JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 17, Issue: 01, Jul – Dec 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

حروف جارہ کے معنوی اشارات اور تفسیری اثرات کا تحقیقی تجزیہ

Consonantal Letters in the Qur`an: A Research Analysis of Their Semantic Significance and Exegetical Implications

Muhammad Asif
Lecturer, Govt.Graduate College, Bahawalnagar, Pakistan.
Dr. Muhammad Munir Azhar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Islamia University of Bahawalpur, Bahawalnagar, Pakistan.

ABSTRACT

Normally, two types of letters are described. One type is called the meaningful letters and the other is the constituent letters. The study of the meaningful letters is a significant aspect among other aspects of the Arabic language. Due to the vital importance of meaningful letters, the scholars of the Syntax, the Quranic studies and Islamic jurisprudence gave a considerable share in their publications in the preliminary period. The meaningful letters are used for different meanings according to the context through which new meanings of the text are revealed. The writers of the preliminary period of the Quranic studies considering the importance of the meaningful letters decided obligatory the acquaintance with their knowledge (Along with the Quranic Studies, The Studies of Hadieth, Islamic Jurisprudence, Nullfier and Nullified and The Arabic Language) and their appropriate use at suitable place.So that the interpretation of the Quran may be done by keeping in view the discipline of the Holy Quran.One of the most important kind of meaningful letters is prepositions. The knowledge of the prepositions is much important for the precise comprehension of the interpretation of the Holy Quran.So that precise meaning must be derived and errors may be omitted by knowing the use of the prepositions in accordance within their context. The objective of this research is to know the prepositions and to recognize their effects on the translation and interpretation.

Keywords: *Significant, Appropriate, Interpretation, prepositions, Syntax*

CC BY

تعارف

عام طور پر حروف کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں جن میں سے ایک کو حروف مبانی اور دوسری کو حروف معانی کہتے ہیں۔ حروف معانی کا مطالعہ عربی زبان کے پہلوؤں میں سے ایک نمایاں پہلو ہے۔ حروف معانی کی اہمیت کے پیش نظر پہلے دور کے نحو، علوم القرآن اور اصول فقہ کے علماء نے اپنی تصنیفات میں حروف معانی کو جگہ دی۔ عربی زبان میں حروف معانی کو مختلف جملوں اور عبارات میں سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے متعلقہ عبارت کے نئے معنی سامنے آتے ہیں۔ علوم القرآن کے ابتدائی دور کے مصنفین نے بھی حروف معانی کی اہمیت کو جانتے ہوئے تفسیر قرآن کرنے والے کے لیے جہاں دوسرے بہت سے علوم مثلا (علوم القرآن، علوم الحدیث، علوم فقہ، ناسخ ومنسوخ، اور عربی زبان وغیرہ) کی معرفت ضروری قرار دی ہے وہیں ایک مفسر کے لیے حروف معانی کی پہچان اور ان کا بر محل استعمال جاننا بھی ضروری قرار دیا ہے تاکہ قرآن کی تفسیر میں نظم قرآن کی رعائیت رکھتے ہوئے تفسیر کی جائے، حروف معانی کی ایک اہم قسم حروف جارہ ہیں عصر حاضر میں تفسیر قرآن کے درست فہم کے لیے حروف جارہ کی معرفت بہت ضروری ہے تاکہ ان حروف جارہ کا استعمال جان کر سیاق وسباق کی مناسبت سے ان حروف سے نظم قرآن کے مطابق درست معنی مراد لیا جاسکے، اور اس ضمن میں غلطی سے بچا جاسکے۔ اس تحقیق کا مقصد حروف جارہ کو جاننا اور ان کے تفسیر قرآن پر اثرات کی پہچان کرنا ہے۔

مبحث اول: حروف معانی کا تعارف

(الف) حروف معانی کا مفہوم

حروف کی دو اقسام ہیں ایک حروف مبانی اور دوسری حروف معانی۔ حروف مبانی وہ ہیں جن سے کلمہ یا لفظ مرکب ہوتا ہے لیکن وہ خود کلمہ یا لفظ نہیں ہوتے جیسے زید میں ز۔ ی۔ د حروف مبانی ہیں کہ ان سے لفظ زید مرکب ہے لیکن یہ حروف علیحدہ علیحدہ خود کلمہ یا لفظ نہیں ان کو حروف تہجی اور حروف الہجاء بھی کہتے ہیں۔

علامہ تھانوی ؒ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم میں فرماتے ہیں:

> **عرف العرب كما فى شرح المواقف يطلق على ما يتركب منه اللفظ نحو ا ب ت لا ألف و باء و تاء، فانها أسماء الحروف لا أ نفسها كما فى النظامى شرح الشافية و يسمى حرف التهجى و حرف الهجاء و حرف المبنى[1]۔**

> عرف عرب میں ان کا اطلاق ان پر ہوتا ہے جن سے لفظ مرکب ہوتا ہے جیسے، ا، ب، ت نہ کہ الف، با، تا جیسا کہ شرح المواقف میں ہے کیونکہ یہ اسماء حروف ہیں نہ کہ خود حروف، جیسا کہ النظامی شرح شافیہ میں ہے، تو ان کو حرف تہجی یا حرف الہجا یا حروف مبانی کا نام دیا جاتا ہے۔

مصطفی جمال الدین البحث النحوی عند الاُصولیین میں حرف پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وهذا الحرف...... و قد يكون حروفا وحركات غيرمستقلة عن اصول الكلمات، ولكنها تمتزج معها بحيث تساهم فی بناء معنی المفرد، او فی بناء معنی المركب وقد اصطلح عليها عند الاصوليين ب(الهيئات) وعند النحاة ب (الصيغ)۔[2]

اور یہ حرف... حروف اور حرکات اصولِ کلمات کے اعتبار سے غیر مستقل ہوتے ہیں لیکن ان کا باہم امتزاج ہوتا ہے تو اس لحاظ سے وہ مفرد (الفاظ) کے معنی کی تشکیل میں حصہ ڈالتے ہیں۔ یا مرکب جملوں کے معانی کی بنیاد بنتے ہیں۔ ان کو اصطلاح اصولیین میں ہیئات اور نحویوں کی اصطلاح میں صیغے کہا جاتا ہے۔

حروف کی دوسری قسم حروف معانی ہیں اور یہ اسم اور فعل کے مقابلہ میں آتے ہیں۔ اور یہ خود کلمات ہیں لیکن اپنے معنی میں دوسرے کلمات کے محتاج ہوتے ہیں یہی حروف ہیں جو افعال کے معانی اسماء تک پہنچاتے ہیں حروف کی یہی وہ قسم ہے جس سے علماء نحو بحث کرتے ہیں۔

علامہ ابن عقیل کلمہ، اسکی اقسام، اسم اور فعل کی تعریف کرنے کے بعد حرف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وان لم تدل على معنى فی نفسها، بل فی غيرها، فهی الحرف۔[3]

اگرچہ وہ اپنے ذات میں کسی معنی پر دلالت نہیں کرتے لیکن اپنے غیر پر معنوی دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ حرف ہیں۔

علامہ جرجانی علماء نحو کی اصطلاح حرف کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں

ما دل على معنى فی غيره۔ [4]

جو اپنے غیر کے معنی پر دلالت کرے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں

وأما حد حروف المعانی وهو الذی يلتمسه النحويون فهو أن يقال الحرف ما دل على معنى فی غيره نحو من والی و ثم، وشرحه ان (من) تدخل فی الكلام للتبعيض فهی تدل على تبعيض غيرها لا على تبعيضها نفسها وكذلک اذا كانت لابتداء الغاية كانت غاية غيرها۔ وكذالک سائر وجوهها وكذلک (الی) تدل على المنتهی فهی تدل على منتهی غيرها لا على منتهی نفسها، وكذلک سائر حروف المعانی۔ [5]

جہاں تک حروف معانی کی تعریف کا تعلق ہے تو یہ وہ حروف ہیں جس سے نحویوں نے یہ مرادلی ہے کہ یہ وہ حروف ہیں جو اپنے غیر کے معنی پر دلالت کرتے ہیں مثلاً من، الیٰ اور ثم وغیرہ۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ حرف مِن کسی بھی کلام میں تبعیض کے لیے آتا ہے لیکن یہ تبعیض اس کے غیر کی ہوتی ہے نہ کہ حرف مِن کی کی اپنی تبعیض ہوتی ہے اسی طرح یہ ابتدائِ غایت کے لیے آئے تو دوسرے کی غایت بتانے کے لیے ہو گا۔ یہی صورت اس کی تمام وجوہ کی ہے۔ حرف الیٰ انتہاء پر دلالت کرتا ہے اور یہ انتہائِ غیر پر دلالت ہوتی ہے نہ کہ الیٰ کی اپنی ذات کے منتہاء پر دلالت، تمام حروف معانی اسی طرح ہیں۔

علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں

فی اصطلاح النحاة كلمة دلت على معنى فی غيره و يسمى بحرف المعنى أيضا، وبالا داة أيضا۔ [6]

نحویوں کی اصطلاح میں وہ کلمہ جو اپنے غیر کے معانی پر دلالت کرے ان کو حروف معنی بھی کہا جاتا ہے اور اداۃ بھی۔

علامہ مصطفی جمال الدین حروف معانی سے متعلق فرماتے ہیں:

وهذا الحرف قد يكون كلمة مستقلة لها معنى خاص كالا بتداء والانتهاء والاستفهام، والتمنی وامثالها تودية ضمن وظيفة الربط بين المفردات، وهو ما اصطلح عليه ب (حروف المعانی)۔ [7]

یہ حروف کلمہ مستقلہ ہیں اور ان کے لیے خاص معنی ہیں جیسے ابتداء، انتہاء، استفہام، تمنا اور اس کی مثل دیگر معانی، یہ مفردات کے مابین ربط قایم کرنے کا وظیفہ سر انجام دیتے ہیں۔ ان کو اصطلاحاً حروف معانی کہا جاتا ہے۔

مبحث دوم: حروف جارہ کا تعارف

(الف) حروف جارہ کا مفہوم

علامہ شریف جرجانیؒ حروف جارہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حروف تجر الاسم فقط وتسمى حروفا جارة۔ [8]

ایسے حروف جو صرف اسم کو زیر دیتے ہیں ان کا نام حروف جارہ رکھا جاتا ہے۔

مبحث سوم: حروف جارہ کا استعمال

(الف) حروف جارہ (باء، عن اور فی) کے معانی

حروف جارہ کل سترہ (17) ہیں، جن میں سے صرف تین حروف جارہ (باء، عن اور فی) کے معانی اور ان معانی کا ترجمہ و تفسیر قرآن پر پڑنے والا اثر یہاں بیان کیا جائے گا۔

حرف جر "باء" کے معانی

حروف جارہ میں سے پہلا حرف "باء" ہے یہ کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

الصاق: باء الصاق کے لیے آتی ہے، الصاق ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانے کو کہتے ہیں یہ ملانا کبھی **حقیقةً** ہوتا ہے جیسے "**به داء**" اس آدمی کو بیماری ہے، یہاں "با" الصاق کے لیے ہے اور یہ اتصال حقیقتاً ہے کبھی اتصال مجازی طور پر ہوتا ہے جیسے "**مررت بزيد**" کہ میں زید کے پاس سے گزرا، یہاں اتصال مجازی ہے۔[9]

استعانت: "باء" استعانت، یعنی مدد طلب کرنے کے لیے آتی ہے جیسے "**كتبت بالقلم**"[10] کہ میں نے قلم کے ذریعے سے لکھا، یہاں بالقلم میں "باء" استعانت کے لیے ہے۔

تعلیل: کبھی "باء" تعلیل یعنی علت بیان کرنے کے لیے آتی ہے[11] جیسے **إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ**[12] ہے کہ تم لوگوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے، یہاں "**بِاتِّخَاذِكُمُ**" میں باء تعلیل کے لیے ہے۔

مصاحبت: "باء" مصاحبت کے لیے بھی آتی ہے یعنی "مع" کے معنی میں "**اشتريت الفرس بسرجه** " کہ میں نے گھوڑے کو اس کی زین سمیت خریدا۔

تعدیہ: "باء" متعدی بنانے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے، یعنی فعل لازمی کو فعل متعدی بناتی ہے جیسے **ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ**[13] کہ اللہ ان کے نور کو لے گیا" **بِنُورِهِمْ** " میں جو باء ہے اس نے ذھب فعل کو جو لازمی تھا متعدی بنا دیا اور جیسے "ذهبت بزيد" یہاں بھی "باء" نے ذھبت فعل کو متعدی بنا دیا۔

مقابلہ: "باء" کا استعمال مقابلے کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے "**اشتريت العبد بالفرس**" کہ میں نے غلام کو گھوڑے کے مقابلے میں خریدا۔

قسم: "باء" قسم کا معنی دینے کے لیے بھی آتی ہے[14] جیسے "**بالله لافعلن كذا**" کہ اللہ کی قسم میں ضرور اس طرح کروں گا، یہاں باللہ پر جو باء ہے یہ قسم کے لیے ہے۔

استعطاف: "باء" کا ایک معنی مہربانی اور شفقت کو طلب کرنا بھی ہے جیسے "**ارحم بزيد**" کہ زید پر رحم کیجیے۔ یہاں بزید پر باء مہربانی اور شفقت طلب کرنے کے لیے ہے۔

ظرفیت: "باء" کبھی ظرفیت کے لیے آتی ہے تب "باء "فی کے معنی میں ہوتی ہے جیسے " **زيد بالبلد**" کہ زید شہر میں ہے یہاں "بلد" پر جو باء ہے یہ ظرفیت کے لیے "فی" کے معنی میں ہے۔

زائدۃ: "باء" کبھی زائدہ بھی ہوتی ہے اس وقت باء کا کوئی معنی نہیں ہوتا اور اس کے بغیر بھی کلام درست ہوتا ہے جیسے **وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ**[15]۔ یہاں" **بِأَيْدِيكُمْ**" میں باء زائدہ ہے۔

(ب) حرف جر "عن" کے معانی

عن دوری اور مجاوزت کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کی دوری کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے "**رميت السهم عن القوس**" یہاں "عن" تیر کی کمان سے دوری کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

حرف جر "في" کے معانی: حرف جر "في" درج ذیل معانی کے لیے آتا ہے

ظرفیت: "في" ظرفیت کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے "**المال فی الكيس**" مال تھیلے میں ہے، یہ ظرفیت حقیقی ہے۔ اور ظرفیت مجازی کی مثال جیسے "**نظرت فی الكتاب**" میں نے کتاب میں دیکھا۔

استعلاء: "في" استعلاء کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے[16] جیسے **وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ** [17] کہ میں ضرور بضرور تمہیں سولی چڑھادوں گا کھجور کے تنوں پر۔

(ج) حرف جر (فی) کے معانی

حرف جر "في" درج ذیل معانی کے لیے آتا ہے

ظرفیت: "في" ظرفیت کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے "**المال فی الكيس**" مال تھیلے میں ہے، یہ ظرفیت حقیقی ہے۔ اور ظرفیت مجازی کی مثال جیسے "**نظرت فی الكتاب**" میں نے کتاب میں دیکھا۔

استعلاء: "في" استعلاء کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے[18] جیسے "**وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ**" **19** کہ میں ضرور بضرور تمہیں سولی چڑھادوں گا کھجور کے تنوں پر۔

مبحث چہارم: حروف جارہ کے ترجمہ و تفسیر قرآن پر اثرات

(الف) حرف جر (باء) کے ترجمہ و تفسیر قرآن پر اثرات

گزشتہ بحث میں حروف جارہ (باء اور عن) کا استعمال بیان کیا گیا ہے کہ یہ کس کس معنی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اب یہاں سے ان حروف جارہ (باء اور عن) کے تفسیر قرآن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں انہیں بیان کیا جائے گا۔ جس کی وضاحت ذیل کی مثالوں سے ہوتی ہے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ[20] یہاں **بِالْغَيْبِ** پر جو "باء" جارہ ہے اکثر مفسرین نے اسے "علیٰ" کے معنی میں لیا ہے لیکن مولانا امین احسن اصلاحی نے یہاں "باء" کو "في" ظرفیت کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متقین کے اوصاف کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ بن دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ چھ ہیں جن پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر،

اس کے رسولوں پر، اخروی زندگی پر اور اس بات پر کہ ہر طرح کی بھلائی اور برائی اللہ ہی کی طرف سے مقدر ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی چیز پر بھی ایمان نہ لانے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔[21]

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "باء" کو "علیٰ" کے معنی میں ہی استعمال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ جو چیزیں ان کے عقل اور حواس سے مخفی ہیں (جیسے دوزخ، جنت، ملائکہ وغیرہ) ان سب کو اللہ اور اس کے ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امور غائبہ کا منکر ہدایت سے محروم ہے۔[22]

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی "باء" کو "علیٰ" کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے تفسیر کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> کہ وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں جو یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہاں غائب کا اصطلاحی معنی مراد نہیں کیونکہ اصطلاح میں غائب اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی دلیل بھی قائم نہ ہو اور ظاہر ہے ایمان ایسی چیز پر ہو گا جو کسی دلیل سے ثابت ہو۔[23]

مولانا امین احسن اصلاحی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "باء" کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اسی معنی کو ترجیح دی ہے اور اپنے موقف کی تائید میں قرآن کریم کی اور آیات بھی پیش کی ہیں جن میں "باء" کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں بِالْغَيْبِ کی "باء" کے بارے دو رائے ہو سکتی ہیں۔

ایک رائے یہ ہے کہ اس کو ظرف کے معنی میں لیا جائے یعنی وہ غائب میں ہوتے ہوئے ایمان لاتے ہیں، اس معنی کی متعدد مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ مثلاً "الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ"[24] (جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غائب میں ہوتے ہوئے اور قیامت سے ڈرنے والے ہیں)۔ "الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ"[25] (اور تم انہیں کو ڈرا سکتے ہو جو غیب میں ہوتے ہوئے اپنے رب سے ڈریں اور نماز قائم کریں)۔

اس صورت میں يُؤْمِنُونَ عام رہے گا اور وہ تمام چیزیں اس کے تحت آ سکیں گی جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ایمان لانے کے لیے وہ اس بات کے منتظر نہیں کہ تمام حقائق کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں، بلکہ وہ مشاہدہ کے بغیر محض عقل اور فطرت کی شہادت اور پیغمبر ﷺ کی دعوت کی بنا پر ان تمام چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جن پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

دوسری رائے یہ ہو سکتی ہے کہ اس کو صلہ کی "باء" مانا جائے بِالْغَيْبِ کو يُؤْمِنُونَ کا مفعول قرار دیا جائے یہ رائے اگرچہ اکثریت کی رائے ہے اور زبان کے اعتبار سے اس میں کوئی نقص بھی نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل وجوہ سے ہمیں یہ رائے کچھ زیادہ قوی معلوم نہیں ہوتی۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں ایمان صرف غیب کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ جاتا ہے، غیب کے سوا بقیہ ساری چیزیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے ایمان کے دائرہ سے باہر ہی رہ جاتی ہیں۔ برعکس اس کے پہلی صورت میں وہ تمام چیزیں ایمان کے دائرہ

میں آجاتی ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کی قرآن کریم نے دوسرے مواقع پر تفصیل بیان کر دی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ غیب کا اطلاق چاہے ان تمام چیزوں پر ہو تا ہو جن پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن نبی اور کتاب پر تو اس کا اطلاق بہر حال نہیں ہوتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ دونوں چیزیں جن پر اللہ تعالیٰ کے بعد ایمان لانا سب سے زیادہ ضروری ہے یہاں ایمان سے کیوں خارج کر دی گئیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ غیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی نہیں بولا گیا ہے، غیب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نہیں ہے۔ اس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ یہاں اللہ تعالیٰ بھی ایمان کے اجزاء میں شامل نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بھی ایمان کے اجزاء میں شامل نہیں ہے تو پھر ایمان بالغیب کے تحت صرف آخرت اور فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرتا ہے یا زیادہ سے زیادہ مستقبل کے حوادث پر، آخر ایمان کے دائرہ کو اس قدر محدود کر دینے کی کیا وجہ ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ دوسری تاویل لینے والے حضرات کہتے ہیں کہ غیب سے مراد احوال آخرت ہیں۔ اگر احوال آخرت ہی مراد ہیں تو آخرت کا ذکر تو آگے اسی سلسلہ میں مستقل طور پر ہی آرہا ہے، **"وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ"**[26] (اور آخرت پر یہی لوگ یقین رکھتے ہیں)۔ آخر ایک ہی سلسلہ میں ایک ہی بات کو اس طرح دہرانے کی کیا ضرورت تھی؟

پانچویں وجہ یہ ہے کہ پہلی تاویل سے ایک بہت بڑی حقیقت سامنے آتی ہے جس سے یہ دوسری تاویل بالکل خالی ہے۔ وہ یہ کہ ایمان یا خشیت وہی معتبر ہے جو بصیرت اور تقویٰ سے پیدا ہو، جو ایمان یا خشیت گناہوں کے نتائج سامنے آجانے کے بعد پیدا ہو خدا کے ہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جو لوگ خدا کا عذاب دیکھ کر ایمان لائے ان کے بارہ میں ارشاد ہے **"أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ"**[27] (تو کیا پھر جب عذاب آنازل ہی ہو گا تب ہی اس کو مانو گے، اس وقت ہم کہیں گے اب! حالانکہ اس کے لیے تم جلدی مچائے ہوئے تھے)۔

ظرفیت کے مفہوم کے خلاف ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ جہاں جہاں بھی قرآن مجید میں لفظ ایمان کے ساتھ "باء" آئی ہے کہیں بھی ظرفیت کے مفہوم میں نہیں آئی۔ لیکن یہ بات کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ اس کے جواب میں بالکل اسی کے برابر کی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بالغیب کا لفظ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے ظرف ہی کے طور پر آیا ہے کہیں بھی مفعول کے طور پر نہیں آیا۔ اس وجہ سے جہاں تک قرآن کے نظائر کا تعلق ہے وہ ظرفیت کے مفہوم کے حق میں زیادہ نمایاں ہیں۔[28]

(ب) حرف جر (عن) کے ترجمہ و تفسیر قرآن پر اثرات

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ[29]

یہاں پر **عَنْ ذِكْرِ رَبِّي** میں جو حرف جر "عن" آرہا ہے اس کو مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کے حقیقی معنی (مجاوزت) میں رکھ کر ترجمہ کیا ہے جبکہ پیر کرم شاہ نے اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے اور مولانا عبد الرحمن کیلانی نے

"عن" کو "من" سببیہ کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے۔ لیکن تفسیر دونوں صورتوں کی ذکر کر دی سوا مولانا اصلاحی کے، انہوں نے صرف "عن" کو مجاوزت کے معنی میں لیتے ہوئے ترجمہ اور تفسیر کی ہے دوسری تفسیر نقل نہیں کی۔ گویا ان کے نزدیک یہاں "عن" کا استعمال مجاوزت کے معنی میں ہی راجح ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "عن" کو اس کے حقیقی معنی (مجاوزت) میں رکھ کر ترجمہ کیا ہے کہ "تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا"۔[30]

مولانا اصلاحی نے بھی "عن" کو مجاوزت کے معنی میں رکھتے ہوئے ترجمہ و تفسیر کی ہے کہ "تو اس نے کہا یہ تو مال کی محبت میں لگ کر، میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ گیا"۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ أَحْبَبْتُ یہاں اعراض یا غفلت کے مضمون پر متضمن ہے اور حرف "عن" اس کا قرینہ ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ فَقَالَ سے پہلے یہاں اتنی بات بر بنائے قرینہ محذوف ہے کہ وہ اس پریڈ کے ملاحظہ میں ایسے مستغرق ہوئے کہ عصر کی نماز جاتی رہی۔ پھر جب متنبہ ہوئے تو کہا کہ میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کے ذکر پر ترجیح دی یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اور نماز عصر سے میں محروم رہ گیا۔ ظاہر ہے یہ کلمہ انہوں نے اظہار رنج و غم کے طور پر فرمایا۔ اگرچہ یہ گھوڑے جنگ و جہاد کے گھوڑے تھے اور جس کام میں وہ مصروف رہے وہ بھی جہاد ہی کے سلسلہ کا ایک کام تھا لیکن نماز چونکہ دین میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے اس وجہ سے مجبوری کے سوا کوئی اور چیز اس سے غفلت کے لیے عذر نہیں بن سکتی"۔[31]

مولانا شبیر احمد عثمانی نے شیخ الہند کا جو ترجمہ نقل کیا ہے اس میں "عن" کو "من" سببیہ کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن تفسیر دونوں صورتوں کی ذکر کر دی ہے چنانچہ ترجمہ یوں کیا ہے کہ "تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں"۔ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "نہائیت اصیل، شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لیے پرورش کیے گئے تھے ان کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی، حتی کہ آفتاب غروب ہو گیا، شاید اس شغل میں عصر کے وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں۔ اس پر کہنے لے کہ کوئی مضائقہ نہیں، اگر ایک طرف ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیک بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے۔ جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہو گا آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آخرت اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاو۔ چنانچہ وہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت واکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے اور لفظ حُبَّ الْخَيْرِ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ گویا خیر کا لفظ اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے حدیث میں فرمایا" **الخیل مفقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة**"[32]۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کی دوسری تفسیر بھی نقل کی ہے جس میں "عن" کو مجاوزت کے معنی میں لے کر تفسیر کی گئی ہے

چنانچہ لکھتے ہیں "دوسرے علمانے اس کا مطلب یہ لیا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہو کر اس وقت کی نماز یا وظیفہ سے ذہول ہو گیا(اور ذہول ونسیان انبیا کے حق میں محال نہیں) تو فرمایا(کہ دیکھو!) مال کی محبت نے مجھ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ ادانہ کر سکا۔ تو حکم دیا ان گھوڑوں کو واپس لاو(جو یاد الٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں) جب وہ لائے گئے تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ تاکہ سبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے"۔[33]

پیر کرم شاہ نے بھی "عن" کو "من" سببیہ کے معنی میں لے کر ترجمہ اور تفسیر کی ہے اور امام رازی کے حوالے سے اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ ترجمہ یوں کیا ہے "تو آپ نے کہا مجھے ان گھوڑون کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ چھپ گئے پردہ کے پیچھے"۔ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آپ کے شاہی اصطبل کے گھوڑے پیش کیے جانے لگے۔ آپ بیٹھے ہوئے ان کو ملاحظہ فرماتے رہے اور اس طرح محو ہو گئے کہ سورج ڈوب گیا اور عصر کی نماز یا اس وقت کا مقررہ وظیفہ فوت ہو گیا جب تاریکی چھا گئی تو آپ کو خبر ہوئی کہ میں گھوڑوں کے دیکھنے میں یوں محو رہا کہ عبادت میں غفلت ہو گئی۔ گھوڑے جو اس غفلت کا باعث بنے تھے انہیں پھر واپس بلوایا اور تلوار سے ان کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ ڈالیں اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہو گا کہ میں نے ترجیح دی مال کی محبت کو اپنے رب کے ذکر پر"۔[34]

آگے امام رازی کے حوالے سے دوسرے مفہوم کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

امام رازیؒ نے اس تاویل کو سخت ناپسند کیا ہے اور ان لوگوں پر انتہائی برہمی کا اظہار کیا ہے جنہوں نے آیت کی یہ تاویل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اپنے والد ماجد حضرت داود علیہ السلام کے بعد آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے کفار سے جہاد کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس لیے آپ کو گھوڑوں سے بڑی محبت تھی جن پر سوار ہو کر مجاہدین دشمنان دین سے جنگ لڑا کرتے تھے۔ آپ گاہے گاہے جہاد کے لیے تیار کیے جانے والے گھوڑوں کا خود معائنہ فرماتے۔ ایک روز آپ نے شاہی اصطبل کے داروغوں کو گھوڑے پیش کرنے کا حکم دیا۔ یکے بعد دیگرے گھوڑے آپ کے سامنے سے گزرتے رہے آپ ان کو صحت مند اور چاق وچوبند دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے إِنِّيٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي کہ مجھے ان گھوڑوں سے محض اس لیے محبت اور پیار ہے کہ یہ راہ خدا میں جہاد کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کی وجہ سے دین کو شوکت حاصل ہوتی ہے۔ میں ان سے اس لیے ہرگز محبت نہیں کرتا کہ یہ خوبصورت ہیں یا بہت قیمتی ہیں۔ میری ان سے محبت محض رضائے الٰہی کے لیے ہے۔

آپ کے سامنے سے گھوڑوں کے گزرنے کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ سب گھوڑے آپ کے ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے تھانوں پر پہنچ گئے تو آپ نے پھر حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو میرے سامنے دوبارہ پیش کرو۔ اب جب گھوڑے پیش ہونا شروع

ہوئے تو آپ ہر گھوڑے کی گردن پر بھی پیار سے ہاتھ پھیرتے اور اس کی پنڈلیوں کو بھی ٹٹولتے۔اس سے گھوڑوں کے ساتھ آپ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز کیونکہ گھوڑوں کی بیماریوں کے بھی آپ ماہر تھے۔ٹانگیں ٹٹولتے ہوئے یہ بھی خیال رکھتے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو نہیں۔ نیز خلیفہ وقت ہو کر خود یہ کام کرنا آپ کی عظمت اور فرض شناسی پر بھی دلالت کرتا ہے کہ امور جہانبانی انہوں نے نوکروں کے سپرد ہی نہیں کر دیئے تھے بلکہ خود ہر چیز پر توجہ کرتے تھے۔

امام رازی اپنی اس توجیہ کی صحت ثابت کرنے کے لیے یہ فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر آپ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے کیاجارہاہے۔اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں آپ کے فضائل و کمالات کا ذکر کیاجائے تاکہ حضور ﷺ کو اطمینان حاصل ہو اور اس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد پورا ہو۔اگر اس واقعہ کو یہاں اس طرح بیان کیاجائے کہ آپ ذرا سی بات پر غفلت کا شکار ہوگئے اور فریضہ عبادت کو ترک کر بیٹھے پھر سینکڑوں اصیل گھوڑوں کو مار ڈالا تو اس سے وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کے لیے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے"۔[35]

مولانا عبد الرحمن کیلانی نے "عن" کو "من" سببیہ کے معنی میں لے کر ترجمہ کیاہے۔ لیکن تفسیر دونوں صورتوں کی ذکر کی ہے ،ترجمہ یوں کیا ہے "تو کہا: میں نے اس مال کو اپنے پروردگار کی یاد کی بنا پر پسند کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ رسالہ آپ کے سامنے سے اوجھل ہو گیا"۔[36]

تفسیر کرتے ہوئے پہلے "عن" کو "من" سببیہ مانتے ہوئے کی ہے پھر دوسری تفسیر "عن" کو مجاوزت کے معنی میں لے کر کی ہے لکھتے ہیں کہ

> "پہلے معنی کے لحاظ سے تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ ایک دن پچھلے پہر سیدنا سلیمان علیہ السلام اپنے گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے پھر ان کی دوڑ کرائی تا آنکہ وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے چونکہ یہ سارا جہاد کی خاطر تھا اس لیے آپ اس شغل سے بہت محظوظ ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد کی وجہ سے ہی یہ شغل پسند کیاہے۔ پھر گھوڑے اپنے پاس طلب کیے اور شفقت سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے تفسیر یہ ہے:

> کہ آپ علیہ السلام گھوڑوں کے شغل میں اتنے محو ہوئے کہ سورج ڈوب گیا اور اس شغل نے آپ علیہ السلام کو اللہ کی یاد یعنی نماز سے غافل کر دیا۔ اس واقعہ سے آپ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ علیہ السلام نے گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں اور چند گھوڑے کاٹ کر ان کا گوشت محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ چونکہ آپ نے یہ کام اللہ کی محبت کی خاطر کیا تھا اس لیے اللہ نے آپ

کو یہ صلہ دیا کہ ہواوں کو آپ کے تابع کر دیا اور آپ علیہ السلام کو گھوڑوں کے رسالے کی اتنی احتیاج ہی نہ رہی جتنی پہلے تھی"۔[37]

(ج) حرف جر (فی) کے ترجمہ و تفسیر قرآن پر اثرات

پہلی آیت کریمہ: يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ[38]

یہاں پر (يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ) میں جو حرف جر (فی) آ رہا ہے، پیر کرم شاہ نے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے (فی) کو (باء) کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے جبکہ مولانا عبد الرحمن کیلانی اور مولانا امین احسن اصلاحی نے (فی) کو ظرفیت کے معنی میں لیا ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

پیر کرم شاہ نے ترجمہ یوں کیا ہے "وہ پھیلاتا رہتا ہے تمہاری نسل کو اس کے ذریعہ، نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز"۔[39]

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے (فی) کو (باء) کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے کہ "اس کے جوڑے ملانے کے ذریعے سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے"۔[40]

مولانا عبد الرحمن کیلانی نے (فی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ کہ "اس طرح وہ تمہیں زمین میں پھیلا دیتا ہے۔ کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں"۔[41]

مولانا امین احسن اصلاحی نے (فی) کو ظرفیت کے معنی میں لے کر ترجمہ و تفسیر کی ہے کہ "اس مزرعہ کے اندر وہ تمہاری تخم ریزی کرتا ہے۔ اس کے مانند کوئی شے بھی نہیں ہے"۔ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ) میں ضمیر مجرور کا مرجع الفاظ کے اندر نہیں ہے بلکہ اس مفہوم کے اندر ہے جو الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور چوپایوں کے اندر ان کی جنس سے جو جوڑے پیدا کیے ہیں تو اس طرح گویا انسانوں اور چوپایوں کی تخلیق کے لیے ان کے اپنے نوعی نظام کے اندر ہی ایک فارم یا مزرعہ بنا دیا جس میں وہ برابر ان کی تخم ریزی کرتا اور ان کو پروان چڑھاتا ہے"[42]۔

دوسری آیت کریمہ: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ[43]

یہاں پر (فِي كُلِّ أُمَّةٍ) میں جو حرف جر (فی) آ رہا ہے، پیر کرم شاہ نے، مولانا عبد الرحمن کیلانی نے اور مولانا امین احسن اصلاحی نے (فی) کو (من) کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے، جبکہ مولانا اشرف علی تھانوی اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے (فی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ پیر کرم شاہ نے ترجمہ یوں کیا ہے "اور وہ دن (بڑا ہولناک ہو گا) جب ہم اٹھائیں گے ہر امت سے ایک گواہ ان پر انہیں میں سے"۔[44] مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی (فی) کو (من) کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے کہ "اور یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ ان پر انہیں میں سے اٹھائیں گے"۔[45]

مولانا شبیر احمد عثمانی نے (فی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کیا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے، "اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر

فرقہ میں ایک بتلانے والا ان پر انہیں میں کا"۔[46] اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی (فِی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کیاہے کہ "جس دن ہم ہر امت میں ان ہی میں سے ان کے مقابلے میں گواہ کھڑا کریں گے "۔[47]

تیسری آیت کریمہ:قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ 48

یہاں پر (فِي أُمَمٍ) میں جو حرف جر (فِی) آرہاہے، پیر کرم شاہ نے اور مولانا عبد الرحمن کیلانی نے اس (فِی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیاہے جبکہ باقی تمام مفسرین نے (فِی) کو (مع) کے معنی میں استعمال کر کے ترجمہ وتفسیر کی ہے ،چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پیر کرم شاہ نے (فِی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیاہے کہ "اللہ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو جاوان امتوں میں جو گزر چکی ہیں"۔[49] اسی طرح مولانا عبد الرحمن کیلانی نے بھی یہاں پر (فِی) کو ظرفیت کے معنی میں مانتے ہوئے ترجمہ کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھاتو تم بھی انہیں جماعتوں میں شامل ہو جاوجو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں کی جماعتیں دوزخ میں داخل ہو چکی ہیں"۔

مولانااشرف علی تھانوی نے یہاں (فِی) کو (مع) کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ یوں کیاہے:۔

> "اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاو"۔[50]

مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی یہاں (فِی) کو (مع) کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ یوں کیاہے "جاپڑو دوزخ میں ان امتوں کے ساتھ جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گزریں"۔[51] علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی (فِی) کو (مع) کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ کیاہے کہ "فرمائے گا داخل ہو جاوہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں"۔[52]

چوتھی آیت کریمہ:قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ53

یہاں پر (لُمْتُنَّنِي فِيهِ) میں جو حرف جر (فِی) آرہاہے، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس (فِی) کو تعلیل کے معنی میں لے کر ترجمہ کیا ہے، جبکہ باقی چاروں مفسرین نے "فِی" کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے ترجمہ وتفسیر کی ہے، چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے میں (فِی) کو تعلیل کے معنی میں لیاہے، کہ "یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تھاتم نے مجھ کو اس کے واسطے "۔یعنی اسی کی وجہ سے تم نے مجھے طعنے دیئے اور ملامت کی تھی۔[54]

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ترجمہ یوں کیاہے، کہ "وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے)"۔[55]

پیر کرم شاہ نے بھی "فی" کو ظرفیت کے معنی میں لے کر ترجمہ و تفسیر کی ہے:

> کہ "زلیخا فاتحانہ (انداز میں) بولی یہ ہے وہ (پیکر رعنائی) جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں"۔ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "زلیخا نے جب انہیں یوں بے خود دیکھا تو فاتحانہ انداز میں کہنے لگی یہی وہ یوسف ہے جس کے عشق کے طعنے تم مجھے دیا کرتی ہو تو تم اس کے حسن کی ایک جھلک کی تاب بھی نہ لا سکی ہو۔ کیا اب بھی مجھ پر زبان طعن دراز کرو گی کیا اب بھی مجھے نادان اور بے وقوف کہو گی"۔[56]

مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی (فی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کیا ہے چنانچہ ترجمہ یوں کیا ہے "وہ بولی کہ یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں"۔[57] مولانا عبد الرحمن کیلانی نے بھی (فی) کو ظرفیت کے معنی میں استعمال کیا ہے اور یوں ترجمہ کیا کہ "(زلیخا) کہنے لگی: یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی"۔[58]

خلاصہ بحث

عربی زبان میں حروف معانی کی اہمیت بہت زیادہ ہے، حروف معانی کو مختلف جملوں اور عبارات میں سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے متعلقہ عبارت کے نئے معنی سامنے آتے ہیں۔ ان حروف معانی میں سے حروف جارہ بھی ہیں۔ عربی زبان میں ان کا استعمال بہت زیادہ ہے اور ایک حرف ایک سے زائد معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ درج بالا تحقیق سے پتا چلا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ان حروف کے مختلف معانی میں استعمال کی وجہ سے ترجمہ و تفسیر پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اور کس طرح کلام کے ایک سے زائد معانی سامنے آتے ہیں۔

سفارشات و تجاویز

1۔ اس تحقیق میں حروف معانی میں سے صرف حروف جارہ کو زیر بحث لایا گیا ہے، ان کے علاوہ بھی حروف معانی کی اقسام ہیں جن کو جاننا ضروری ہے۔ اور وسیع طرز پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

2۔ حروف جارہ کے تفسیر قرآن کے علاوہ تشریح حدیث پر اثرات بھی ہیں، جو کہ ایم فل سطح پر کام کے لیے موضوع تحقیق بن سکتا ہے۔

3۔ حروف جارہ کے فقہی احکام پر اثرات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے، فقہی احکام میں فقہاء نے حروف جارہ کے استعمال میں کیا منہج اختیار کیا ہے۔

4۔ عصر حاضر کے مفسرین کو بھی حروف معانی کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے تفسیر قرآن کے ضمن میں ان کے اثرات کو اجاگر کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1- تھانوی، محمد علی، **کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم**، تحقیق:ڈاکٹر علی دحروج، بیروت، مکتبہ لبنان، طبع اول،1996ء،ج1،ص:643

Thanvi, Muhammad Ali, *Kashāf Iṣtalāhāt Al-Funūn al-Ulūm*, Taḥqīq: Dr. Ali Daḥrūj, (Beīrūt, Maktabaḥ Labnān, 1996), 1:643.

2۔ مصطفی، جمال الدین، **البحث النحوی عند الاصولیین**، دار الہجرۃ، قم، طبع دوم، ص:199

Muṣṭāfā, Jamāl al-Dīn, *Albahth al Naḥwī eīnd al asulyyīn* (Qum: Dār al-Hijra, s-n), 199.

3۔ ابن عقیل، عبد اللہ، **شرح ابن عقیل علی الفیہ ابن مالک**، تحقیق: **محمد محی الدین عبد الحمد**، طہران، انتشارات ناصر خسرو،1964ء،ج1،ص:15

Ibn Aqīl, Abdullah, *Sharh Ibn Aqeel Ali al-Fīya Ibn Mālik*, Taḥqīq: Muḥammad Muhyiddīn Abd al-Hamd (Teḥrān: Intishārāt Naṣir Khosrow, 1964), 1:15.

4۔ جرجانی، سید شریف، علی بن محمد، **کتاب التعریفات**، طہران، مطبع خیریہ،1306ھ، ص:38

Al Jurjānī, Syed Sharīf, Ali Bin Muḥammad, *Kitāb al-tarīfāt*, Teḥrān, Mutab Khairīya, 1306 AH, p:38

5۔ السیوطی، **الاشباہ والنظائر** ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ،،1990ء ج2، ص11،10

Ibn e Nujaīm, Al-Ishbāh Wal Naẓā'ir, Baīrūt: Dār Al-Kutub Al-ʿilmiya,1990, Vol. 2, pp. 10, 11

6۔ تھانوی، محمد علی، **کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم**، ج1، ص:65

Thanvi, Muhammad Ali, *Kashāf Iṣtalāhāt Al-Funūn al-Ulūm*,1:65.

7۔ مصطفی، جمال الدین، **البحث النحوی عند الاصولیین**، ص:199

Muṣṭāfā, Jamāl al-Dīn, *Albahth al Naḥwī eīnd al asulyyīn*, 199.

8۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، کراچی، مکتبۃ البشریٰ، الطبعۃ الاولی2008ء، ص:4

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, *Sharh Ma'at āmil*, Karāchi, Maktabat al-Bashrā, Al-Tabbat al-Awalā2008, p.4.

9۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، ص:4

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, *Sharh Ma'at āmil*, p.4.

10۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، ص:4

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, Sharh Ma'at āmil, p.4.

11۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، ص:4

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, Sharh Ma'at āmil, p.4.

12۔ البقرۃ2:54

Al-Baqaraḥ, 2: 54.

13۔ البقرۃ2:17

Al-Baqaraḥ, 2: 17.

14۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، ص:4

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, Sharh Ma'at āmil, p.4.

15۔ البقرۃ2:195

Al-Baqaraḥ, 2: 195.

16۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، ص:5

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, Sharh Ma'at āmil, p.5.

17۔طہ71:20

Ṭāhā 20:71.

18۔ جرجانی، شیخ عبد القاہر، **شرح مائۃ عامل**، ص:5

Jurjānī, Sheīkh Abdul Qāhir, Sharh Ma'at āmil, p.5.

19۔طٰہٰ71:20

Ṭāhā 20:71.

20۔البقرۃ3:2

Al-Baqaraḥ, 2: 3.

21۔ کیلانی، عبد الرحمن، **تیسیر القرآن**،(لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 2003م)، ج1، ص:44

Kaīlānī, Abd u Reḥmān, *Taīsīr al Qurān*(Maktabah Raḥmanīaḥ,Lahore,2003), 1:44.

22۔ عثمانی، علامہ، شبیر احمد، **تفسیر عثمانی**، (لاہور، مکتبہ مدینہ، اردو بازار لاہور)، ج1، ص:51

Uthmāni, Allama, Shabirahmad, *Tafsīr Uthmāni's* , (Lahore, Medina Library, Ardubazaar Lahore), 1:51

23۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، **بیان القرآن**(لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن)، 1:22,23۔

Thānvī, Maulānā Ashraf Alī, Bayān al-Qur'ān (Lāhore: Muktaba Rahmaniya, S.N.),1:22,23.

24۔الانبیاء49:21

Al-Anbiayā, 21:49

25۔فاطر18:35

Fāṭir, 35: 32

26۔البقرۃ3:2

Al-Baqaraḥ, 2: 3.

27۔یونس51:10

Yūnus, 10:51.

28۔ اصلاحی، امین احسن، **تدبر قرآن**،(لاہور۔ فاران فاؤنڈیشن، 2009)، 1:91.92۔

Islāhi, Amīn Ahsan, *Tadabbur-e-Qur'an* (Lahore-Farān Foundation, 2009), 1:91.92.

29۔ص32:38

Ṣād, 38: 32

30۔ تھانوی، **بیان القرآن**، ج1، ص:279

Thānvī, *Bayān al-Qur'ān*, 1:279.

31۔ اصلاحی، **تدبر قرآن**، ج6، ص:531،532

Islāhi, *Tadabbur-e-Qur'an*, 6:531,532.

32۔ عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ج3، ص:268،269

Uthmāni*, Tafsīr Uthmāni's*, 3:268,269.

33۔ عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ج3، ص:268،269

Uthmāni*, Tafsīr Uthmāni's*, 3:268,269.

34۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، **ضیاء القرآن**، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن)، 4:241۔

Al-Azhari, Pīr Muhammad Karam Shah, *Zia-ul-Qur'an*, Lahore, Zia-ul-Qur'an Publications, date not mentioned, 4/241

35۔ الازہری، **ضیاء القرآن**، ج4، ص:242

Al-Azhari, *Zia-ul-Qur'an*, Volume 4, page: 242

36۔ کیلانی، **تیسیر القرآن**، ج3، ص:736

Kaīlānī, *Taīsīr al Qurān*, 3:736.

37۔ کیلانی، **تیسیر القرآن**، ج3، ص:736

Kaīlānī, *Taīsīr al Qurān*, 3:736.

38۔ الشوریٰ 10:42

Al-Shūrā, 42:10.

39۔ الازہری، **ضیاء القرآن**، ج4، ص:366

Al-Azhari,*Zia-ul-Qur'an*,4:366.

40۔ تھانوی، **بیان القرآن**، ج2، ص:344

Thānvī, *Bayān al-Qur'ān*, 2:344.

41۔ کیلانی،، **تیسیر القرآن**، ج4، ص:130

Kaīlānī, *Taīsīr al Qurān*, 4:130.

42۔ اصلاحی، **تدبر قرآن**، ج7، ص:151،150

Islāhi, *Tadabbur-e-Qur'an*, 7:150,151.

43۔ النحل 89:16

Al-Naḥl, 16: 89.

44۔ الازہری، **ضیاء القرآن**، ج2، ص:594

Al-Azhari,*Zia-ul-Qur'an*,2:594.

45۔ اصلاحی، **تدبر قرآن**، ج4، ص:436

Islāhi, *Tadabbur-e-Qur'an*, 4:436.

46۔ عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ج2، ص:350

47۔ تھانوی، **بیان القرآن**، ج2، ص:349

Uthmāni*, Tafsīr Uthmāni's*, 2:350.

Thānvī, *Bayān al-Qur'ān*, 2:349.

48۔ الاعراف 37:7

Al-A'rāf,7:37.

49۔ الازہری، **ضیاء القرآن**، ج2، ص:28

Al-Azhari,*Zia-ul-Qur'an*,2:28.

50۔ تھانوی، **بیان القرآن**، ج2، ص:23

Thānvī, *Bayān al-Qur'ān*, 2:23.

51۔ اصلاحی، **تدبر قرآن**، ج3، ص:243

Islāhi, *Tadabbur-e-Qur'an*, 3:343.

52۔ عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ج1، ص:704

Uthmāni*, Tafsīr Uthmāni's*, 1:704.

53۔ یوسف 32:12

Yousuf, 12: 32.

54۔ عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ج1، ص:192

Uthmāni*, Tafsīr Uthmāni's*, 1:192.

55۔ تھانوی، **بیان القرآن**، ج2، ص:249

Thānvī, *Bayān al-Qur'ān*, 2:249.

56۔ الازہری، **ضیاء القرآن**، ج2، ص:427

Al-Azhari,*Zia-ul-Qur'an*,2:427.

57۔ اصلاحی، **تدبر قرآن**، ج4، ص:204

Islāhi, *Tadabbur-e-Qur'an*, 4:204.

58۔ کیلانی، **تیسیر القرآن**، ج2، ص:390

Kaīlānī, *Taīsīr al Qurān*, 2:390.